Dr. Rizwana Perween

R.N College Hajipur Vaishali

B.A Part - I

Paper - Ist

Topic - Hakim Momin Khan
Momin ke Shairiayana Imtiyazat.

Time - 12:45 - 1:35 P.M

Date - 01-10-2020

مومن

۱۸۰۰ء-۱۸۵۲ء

غالب کے بعد مومن عہد زریں کے دوسرے بڑے شاعر ہیں۔ غزل ان کا اصل میدان ہے اور ان کی غزل کا دائرہ حسن و عشق تک محدود ہے لیکن اس محدود دائرے میں انھوں نے ایسے کمال کا مظاہرہ کیا ہے کہ آج اتنا زمانہ بدل جانے کے بعد بھی اہلِ نظر ان کی غزل پر فریفتہ ہیں۔

محمد مومن خاں نام اور مومن تخلص تھا۔ حکیم غلام نبی خاں کے بیٹے تھے۔ خاندانی پیشہ طبابت تھا۔ مومن ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ حکیم غلام نبی خاں کے مرشد شاہ عبدالعزیزؒ نے نام تجویز کیا۔ شاہ عبدالقادر سے عربی کی تعلیم حاصل کی، طب اپنے والد سے پڑھی۔ اس کے علاوہ ریاضی، نجوم، موسیقی اور شطرنج میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لیے شاعری کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا۔ کسی دربار سے بھی وابستہ نہیں ہوئے۔ شاہ نصیرؔ سے اپنے کلام پر اصلاح لیتے تھے مگر یہ سلسلہ زیادہ دنوں قائم نہیں رہا۔ آخر کار مذاقِ سخن ہی نے رہبری کی۔

غزل اپنے اصل معنی میں عورتوں سے گفتگو یا عورتوں کے بارے میں گفتگو ہے یعنی اس میں حسن و عشق کی باتیں بیان کی جاتی ہیں لیکن رفتہ رفتہ اس میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور زندگی کے تمام موضوعات اس میں داخل ہو گئے لیکن مومن کی غزل حسن و عشق ہی کے گرد گھومتی ہے۔ گویا انھوں نے اپنی غزل کا دائرہ محدود کر دیا لیکن ان کا کمال یہ ہے کہ اسی محدود دائرے میں انھوں نے جدتیں پیدا کی ہیں اور معاملاتِ عشق کی جزئیات کو ایسی خوبصورتی اور فن کاری کے ساتھ پیش کیا ہے کہ نہ کہیں پستی کا احساس ہوتا ہے اور نہ یکسانیت کا۔

ممکن ہے غزلِ مومن کی اس خصوصیت کا سبب یہ ہو کہ مومن نے زندگی میں واقعتاً عشق کیا تھا اور ایک پردہ نشین خاتون کو چاہا تھا۔ یہ شاعرہ تھی اور حجاب تخلص کرتی تھی۔ مومن

کے کلام میں اس کے اشارے ملتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان شعروں میں اصلیت کا رنگ پیدا ہو گیا اور جذبات کی شدت بھی صاف ظاہر ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ انھوں نے عاشقانہ مضامین ایسے دلکش انداز میں پیش کیے ہیں کہ قدم قدم پر تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ اس سے تغزل کی نرالی شان پیدا ہو گئی ہے۔ انھیں تشبیہوں اور استعاروں کے برتنے کا بہت سلیقہ ہے۔ نازک خیالی اور مضمون آفرینی کلام مومن کی اہم خصوصیات ہیں۔

مومن نے اردو غزل میں ایک اچھوتے انداز کی بنیاد ڈالی اور اپنی بات کہنے کا ایک ڈھنگ نکالا۔ وہ اپنے محبوب سے کوئی بات اس طرح کہتے ہیں جیسے اسی کے بھلے کی کہہ رہے ہوں اور اس میں محبوب ہی کا فائدہ مدنظر ہو لیکن ذرا غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو صرف بات کہنے کا انداز ہے ورنہ فائدہ اپنا ہی مقصود ہے۔ مثلاً اپنے محبوب سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم محفل میں چوری چوری میرے رقیبوں کو دیکھ تو رہے ہو لیکن اس سے تمھاری بدنامی ہوگی۔ اگر یہ رسوائی گوارا ہے تو شوق سے ان کی طرف دیکھو۔

محفل میں تم اغیار کو دزدیدہ نظر سے — منظور ہے پنہاں نہ رہے راز تو دیکھو

ایک جگہ کہتے ہیں محفل میں تم سب کی طرف دیکھتے ہو مگر مجھ سے نظریں چرا لیتے ہو۔ اس سے تو لوگ یہ سمجھیں گے کچھ دال میں کالا ہے۔ اس لیے کبھی کبھی میری طرف بھی دیکھ لیا کرو۔

غیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا — میری طرف بھی غمزۂ غماز دیکھنا

ایسے مضامین سے کہیں کہیں الجھاؤ اور پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

شاعری میں ابہام حسن ہے یعنی بات کو کھول کر بیان نہ کیا جائے لیکن ابہام اتنا زیادہ ہو کہ شعر پہیلی بن جائے تو یہی عیب ہو جاتا ہے۔ مومن کے کلام میں اکثر جگہ ابہام اس طرح ہے کہ وہ حسن بن جاتا ہے لیکن کہیں کہیں یہ صفت عیب کی شکل اختیار کر لیتی ہے کیوں کہ پڑھنے والے کا ذہن شعر کے اصل مفہوم تک نہیں پہنچ پاتا۔ بعض جگہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لفظ معنی کا ساتھ نہیں دیتے۔ یعنی شاعر جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ لفظوں سے ادا نہیں ہوتا۔

مومن غزل کے شاعر ہیں۔ درباری زندگی اور مدح گوئی کو انھوں نے پسند نہیں کیا۔ بادشاہوں اور امیروں کی خوشامد انھیں گوارا نہیں ہوئی۔ تاہم ان کے دیوان میں چند قصیدے بھی موجود ہیں اور اپنے رنگ میں خوب ہیں۔ بزرگانِ دین کی مدح سرائی کو مومن باعثِ عزت اور موجبِ نجات خیال کرتے تھے۔ احسان فراموشی تو بہرحال عیب ہے اور محسن کا شکریہ ادا کرنا بہرحال شرافت کی پہچان ہے۔ مہاراجا پٹیالہ راجا رنجیت سنگھ نے مومن کو ہاتھی عنایت کیا تو شکرگزاری کے طور پر اس کی شان میں قصیدہ کہا۔

مومن نے مثنویاں بھی کہی ہیں۔ ان میں زندگی کی حقیقتیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ان مثنویوں میں زندگی کی سیدھی اور سچی باتیں آسان اور رواں زبان میں پیش کی گئی ہیں لیکن یہاں بھی ان کی توجہ کا اصل مرکز معاملاتِ عشق ہی ہیں۔

مومن کو علم نجوم میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ اکثر حساب لگا کر کوئی بات بتاتے تھے اور وہ عموماً پوری ہوتی تھی۔

تاریخ گوئی میں بھی مومن کو کمال حاصل تھا۔ نت نئے انداز کی تاریخیں کہتے تھے جن میں ظرافت بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ موت سے چند مہینے پہلے مومن گر پڑے تھے۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے۔ اس حادثہ کی تاریخ کہی جو آخرکار موت کی تاریخ بھی ثابت ہوئی اور ان کے مزار پر کندہ ہے:

دست و بازو بشکست (یعنی ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے)

کلام کا نمونہ یہ ہے ؎

ایک ہم ہیں جو ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہوں گے

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

آنکھوں سے حیا ٹپکے ہے انداز تو دیکھو
ہے بوالہوسوں پر بھی ستم ناز تو دیکھو

جنت میں بھی مومن نہ ملا ہائے بتوں سے
جورِ اجلِ تفرقہ پرداز تو دیکھو